سندھ ہائی کورٹ کا طلاق کے متعلق ایک فیصلہ[1]

ترجمہ: جناب آسی ضیائی صاحب

سندھ ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن نے کہا ہے کہ اس قانونی صورتِ حال کے باوجود کہ مسلم عائلی قوانین آرڈی ننس ۱۹۶۱ء دیگر ہر قانون یا قانونی حیثیت رکھنے والے رواج سے بالاتر ہے ملکی دستور کے تحت اسے بہر حال اس حد تک رہنا ہوگا کہ اس کے منافی نہ ہو یا اس کے کسی تقاضے سے متصادم نہ ہو۔

بلاشبہ اس آرڈی ننس کو زیر دفعہ ۸ (۳) (ب) یہ تحفظ حاصل ہے کہ اس پر دستور کی دفعہ ۸ (۱) و (۲) کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اور دستور کی دفعہ ۲ الف کی شق ۶ بھی اس کی تائید میں لائی جا سکتی ہے اور نہ اسے اس بنیاد پر چیلنج کیا جا سکتا ہے کہ یہ دستور میں گنائے ہوئے اور ضمانت رکھنے والے بنیادی حقوق میں سے کسی حق کو توڑتا ہے۔ تاہم اسے دستور کی کسی دفعہ، خاص کر قرارداد مقاصد (باستثنا اس کی شق ۶ کے) کے اصول و مندرجات کے تحت، جو دفعہ ۲ (الف) کے ذریعہ دستور کا حصہ متن بنا دی گئی ہے، کوئی عدالت، ٹریبونل یا کسی رائج قانون نافذ کرنے کا اختیار یا ہدایت رکھنے والی ہیئت حاکمہ، دستور کی دفعہ ۲۶۸ کے تحت پابند ہے کہ اس کی تعبیر ان تمام ترمیمات سمیت کرے جس سے وہ دستور کے تقاضوں کے مطابق بن سکے۔

---

[1] عنوان اور فیصلہ کے ترجمہ کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ نیک نیتی سے یہ ترجمہ دی یونیورسل میسیج کراچی کے شائع کردہ متن سے کیا گیا ہے۔ (ادارہ)

مسٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن نے یہ فیصلہ ۱۷ جنوری کو مسماۃ طاہرہ بیگم کے خلاف مرزا قمر رضا کی درخواست پر دیا۔ عدالت کی ہدایت پر ڈپٹی اٹارنی جنرل مسٹر امام علی قاضی اور مسٹر خالد ایم اسحاق بطور مددگار عدالت پیش ہوئے۔

مسٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن نے اپنے فیصلے میں لکھا۔ "چنانچہ خود دستور کی دفعہ ۸ (۳) اے کے تحت مہیا کردہ تحفظ کے ماسوا مسلم عائلی قوانین آرڈی ننس کے مندرجات کسی طرح مامون نہیں رہتے۔ اور اس آرڈی ننس کے کسی حکم کو چیلنج کیا جا سکتا ہے اگر وہ دستور کی دفعہ ۲۔ الف کے تقاضوں سے متصادم ہو، باستثنا اس (دفعہ) کی شق ۲ کے جس کا تعلق بنیادی حقوق سے ہے۔

اب جب کہ دستور کی دفعہ ۲۔ الف کی رو سے قرارداد مقاصد کو نافذ العمل بنا دیا گیا ہے تو اللہ کی حاکمیت اور قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ دستور کی رو سے خود بخود تسلیم شدہ ٹھیرتا ہے۔

اس حکم کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ دفعہ ۲۔ الف سے ماقبل دفعہ ۲ اسلام کو پاکستان کا سرکاری دین قرار دیتی ہے۔ اور اس سے بھی پہلے دستور کا دیباچہ جس میں قراردادِ مقاصد شامل ہے، اسی کی تائید کرتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پاکستان میں رائج تمام قوانین پہلے تو دستور کے مطابق بنائے جائیں اور اس کے بعد خود دستور اور ایسے تمام قوانین قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھے جائیں، اگر اللہ کی حاکمیت اعلیٰ فی الواقع قائم ہو اور قرآن و سنت کا قانون فی الواقع سب پر بالا ہو۔

فیصلے میں کہا گیا ہے کہ اس طرح نتیجہ یہ ہوگا کہ جن قوانین کو بظاہر دفعہ ۸ مذکور کا تحفظ حاصل ہے وہ اگرچہ دستور کی آزمائش پر تو پورے اترتے ہیں، پھر بھی ایسے تمام قوانین کو ایک آزمائش سے اور گزرنا پڑے گا یعنی قرآن مجید اور سنت کے موافق ہونا۔

ایسی صورت میں کہ ایسی کسی مامون قانون سازی کا کوئی حکم قرآن مجید اور سنت کے معارض پایا گیا تو اس نتیجے پر پہنچ کر پاکستانی عدالتیں اس حکم کو نظر انداز کرنے اور اسے بالائے طاق رکھ دینے کی پابند ہوں گی۔ کیوں کہ وہ اللہ رب العٰلمین کے بالاتر قانون کے موافق نہیں۔ اس نتیجے پر پہنچنے کا مزید جواز اس امر سے ملتا ہے کہ دفعہ ۲۔ الف زمانے کے اعتبار سے بعد کا اضافہ ہے بہ نسبت اس تحفظ کے جو دفعہ ۸ نے فراہم کیا ہے۔

اب مسلم عائلی قوانین آرڈی ننس کو لیجیے، قانون کے مسلّمات میں سے یہ بھی ایک طے شدہ امر ہے کہ دستور ملک کی بنیاد اور اعلیٰ ترین قانون ہے، اور تمام قوانین اس کے تابع ہیں — پس معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایسا قانون ہو جو دستور سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو کسی متعین معاملے پر منطبق ہوتے ہوئے اُسے قانونِ اعلیٰ یعنی دستوری حکم کے آگے سپرانداز ہو جانا پڑے گا۔

فیصلے میں آگے چل کر کہا گیا ہے کہ مسلم عائلی قوانین کی دفعہ ۷ کو بالخصوص دستور کی دفعہ ۲۔الف (قراردادِ مقاصد سے ملا کر پڑھے جانے پر) کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مفصل وجوہ کی بنا پر، جو آگے آتے ہیں، یہ دفعہ ان حدود کو توڑتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے عاید فرمائی ہیں، جو قراردادِ مقاصد کے افتتاحی پیراگراف میں مذکور ہیں، اور یہ اسی قرارداد کی دفعات ۲ اور ۳ سے متصادم ہے اس طرح کہ یہ قرآن و سنت کے قائم کردہ سماجی انصاف کے اُصولوں کو توڑتی ہے، اور مسلمانوں کو ان کی زندگیاں قرآن و سنت کے طے کردہ اسلامی تقاضوں اور تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کے ناقابل بنا دیتی ہے۔

یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ خاندانی رشتوں کو قرآن کریم خصوصی مقام اور توجہ دیتا ہے، اور اس موضوع پر قرآن مجید میں جتنے احکام ملتے ہیں اتنے کسی اور موضوع پر نہیں ملتے، وجہ ظاہر ہے — خاندان انسانی معاشرت کا اساسی ادارہ اور اس کی ترقی کا سنگِ بنیاد ہے۔ پس طلاق کو مؤثر بنانے کا انحصار چیئرمین کے نوٹس کی وصولی پر ہونا قرآن و سنت کے احکام کے خلاف ہے۔

فیصلہ آگے چل کر کہتا ہے کہ محض نوٹس کا وصول نہ ہونا طلاق کو غیر مؤثر یا کالعدم نہیں کر سکتا۔ نیز طلاق کے وقوع کو نوٹس وصول ہونے کی تاریخ سے ۹۰ دن تک معلق رکھنا بھی قرآن مجید اور سنت کے احکام کے خلاف ہے۔

طلاق اگر ویسے قرآن و سنت کے تحت درست ہو تو منہ سے ادا ہوتے ہی واقع ہو جاتی ہے۔ عدالت اس آرڈی ننس کی دفعہ ۷ کے احکام کی تعبیر مندرجہ بالا ترمیمات کے سامنے کرے گی تاکہ اس قانون کے مذکورہ حکم کا اطلاق دستور کے مطابق ہو سکے اور دستور کی دفعہ ۲۔الف کے تقاضے کے مطابق قرآن و سنت میں مندرج اسلامی احکام کے موافق ہو کر اس کا نفاذ ہو سکے۔

(باقی برصفحہ ۴۷)

(بقیہ سندھ ہائی کورٹ کا طلاق کے متعلق ایک فیصلہ)

لہٰذا میں مسلم عائلی قوانین آرڈیننس کی دفعہ ۷ کو اس اعتبار سے تسلیم نہیں کرتا کہ درخواست گذار کا چیئرمین کی طرف سے جاری کردہ طلاق کا نوٹس مورخہ ۱۰/۲/۸۴ اور اس تاریخ سے ۹۰ نوے دن گذر جانے نے قرآن وسنت کے احکام کی بے توقیری کر کے طلاق کو فی الواقع مؤثر کر دیا۔ اور درخواست گذار نے ۱۰/۲/۸۴ کو جس طرح "طلاق" کہی تھی وہ شیعی پرسنل لا کی نظر میں، جس سے فریقین نے اپنی وابستگی ظاہر کی ہے، غیر مؤثر ہے۔ درخواست گذار کو کوئی حکم امتناعی نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ مقدمے کے کوائف کی رو سے مستغاثہ علیہا ۱ بدستور درخواست گذار کی بیوی ہے۔ بمطابق فیصلہ۔